سہروردی

سلسلہ نمبر ۳

زیرِ نگرانی

محمد نذیر غوری ہجویری سہروردی

ثم لاہوری

سہروردیہ فاؤنڈیشن (ٹرسٹ) کا ترجمان

سہروردؒ

بیاد

حضرت شرف الدین بابا چگونشاہ قلندر قدس سرہٗ

حجتہ الکاملین حضرت میاں غلام محمد سہروردیؒ

مجدد سلسلۂ سہروردیہ حضرت سید ابو الفیض قلندر علی سہروردیؒ

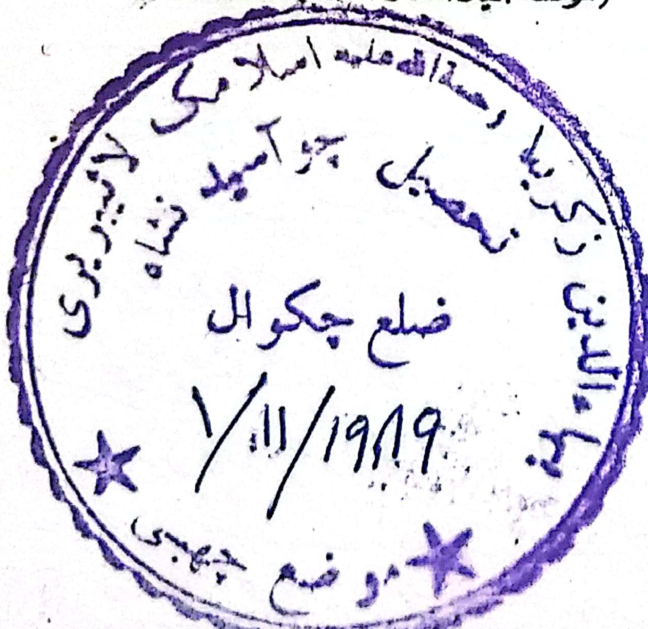
سلسلہ نمبر 3

فہرست

گفتگو ———— ۲

جہانے راہ دگرگوں کرد
(مؤلفہ سید عبد الرحمٰن بخاری) ———— ۳

خطۂ کشمیر میں سہروردی سلسلہ کے پیشوا
(مؤلفہ: میاں اخلاق احمد) ———— ۱۵



قیمت سالانہ : ۷۲ روپے

فی پرچہ : ۵ روپے

زیرِ نگرانی

حضرت صوفی محمد نذیر غوری
ہجویری، سہروردی ثم لاہوری

مجلسِ مشاورت

سیّد محمد متین ہاشمی، ریاض الحسن نوری
سید عبد الرحمٰن بخاری، سیف ذوالقرنین
میاں اخلاق احمد، عالم فقری
خواجہ مشتاق احمد

مجلسِ ادارت

مدیرِ اعلیٰ اعزازی: ڈاکٹر ظفر علی راجا
(ایڈووکیٹ ہائیکورٹ)

مدیر اعزازی: سیّد اویس علی سہروردی

مدیرِ انتظامی (اعزازی): خواجہ سیف الدین ضیا

قانونی مشیر: ملک وقار سلیم (ایڈووکیٹ ہائیکورٹ)

آرائش و تزئین: ایم۔ آر۔ مجاہد

رابطہ: فنون پریس، ۳۵۔ رائل پارک لاہور، پاکستان فون: ۲۲۲۷۸۴

گفتگو

خدائے بزرگ و برتر کا لاکھ لاکھ شکر ہے..... کہ سہرورد کے ابتدائی دو شماروں ہی نے وہ مقبولیت حاصل کر لی ہے۔ کہ مادیت بھری دنیا میں جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اہلِ نظر نے حسن نظر اور اہلِ دل نے اسے دل نواز قرار دیا ہے..... ہم اہلِ نظر اور اہلِ دل سرپرستوں کی حوصلہ افزائی پر اظہارِ سپاس کرتے ہوئے وعدہ کرتے ہیں کہ خوب سے خوب تر کی تلاش اسی سرگرمی سے جاری رکھیں گے۔ جو "سہرورد" کی پہچان بن چکی ہے۔ ہمیں احساس ہے کہ تصوف جیسے نازک موضوع پر مضامین کا معیار بہت بلند ہونا چاہیئے۔ اگر آپ کے قیمتی مشورے، تجاویز اور خوبصورت تحریریں موصول ہوتی رہیں، تو انشاء اللہ وہ معیار جو ہماری تمناؤں کا محور و مرکز ہے، ضرور حاصل ہو کر رہے گا

دورِ جدید کا انسان ایک عرصے سے اعصاب شکنی کا شکار ہے۔ حصولِ زر کی دوڑ میں مسلسل بھاگتے رہنے کے سبب ایک روحانی ضعف اس کے رگ و ریشے میں در آیا ہے۔ یہ ضعف اسے سلسلۂ روز و شب کے کسی بھی تاریک لمحے میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قعرِ مادیت میں غرق کر سکتا ہے۔ مادیت کی دلدل میں پھنسا ہوا انسان روح کے گداز، دل کے درد اور باطن کی بصیرت سے محروم ہو جاتا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ اس کے وجدان میں دین سے بیزاری کا سرطان جڑ پکڑنے لگتا ہے۔ صوفیاء کی نظر میں اس مرض کا واحد علاج تصوف ہے۔ تصوف کا معجزاتی مرہم روح میں وہ گداز، دل میں وہ درد اور باطن میں وہ بصیرت عطا کرتا ہے۔ جو انسان کو صحیح معنوں میں انسان بنانے کے لئے ضروری ہے۔ اور "سہرورد" ان ہی مقاصدِ عالیہ کے حصول کی خاطر تصوف کا پرچم تھامے کوچۂ میدانِ صحافت میں اترا ہے۔

تصوف کے باب میں "سہرورد" کو زیادہ سے زیادہ مکمل اور نمائندہ جریدہ بنانے کے لئے اور کیا کچھ ضروری ہے۔ اس سلسلے میں ہم آپ کی رہنمائی کے منتظر ہیں۔

ظفر علی راجا

جہانے را دگرگوں کرد
یک مردِ خود آگاہے

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ ۔ حیات و خدمات

سید عبدالرحمٰن بخاری (قسط دوم)

زیر تسوید مضمون حضرت کا کوئی سوانحی تذکرہ نہیں۔ جس میں اس انسان کامل کی حیات مقدسہ کا ہر پہلو اور ہر زاویہ، صحیفۂ زیست کی ہر سطر اور ہر حرف اجاگر کیا جائے بلکہ اصل مقصود دین اسلام کے عالمگیر غلبہ و اقتدار اور فروغ و اشاعت کے فریضۂ ملی (لیظہرہٗ علی الدین کلہ) کی تکمیل و ادائیگی میں سیدنا محی الدینؒ کی تجدیدی کوششوں اور آپ کے انقلاب انگیز و تاریخ ساز کردار کا جائزہ لینا ہے۔ اس لئے یہاں ہم اصل موضوع پر ارتکاز کرتے ہوئے ضروری حد تک مطلوبہ بعض کوائف زیست اور مختصر سوانح حیات کے بیان پر اکتفا کریں گے۔

حیاتِ طیبہ

عمرہا در کعبہ و بیت خانہ می نالد حیات
تا ز بزم عشق یک دانائے راز آید بروں (اقبالؒ)

اسم مبارک عبدالقادر، کنیت ابو محمد اور قدرت کا بخشا لقب "محی الدین" ہے۔ معتقدین نے فرط عقیدت سے متعدد القابات کا اضافہ کر دیا۔ چنانچہ آپ کے ہمعصر محقق و عالم ابن جوزی نے آپ کو سرور اولیاء، سراج اصفیاء، شیخ الاسلام اور پیشوا کے القاب سے نوازا ہے۔ محبوب سبحانی، غوث اعظم، قطب ربانی، پیر پیراں، سلطان الاولیاء، تاج العارفین، قطب الاقطاب وغیرہ القاب سے متاخرین نے یاد کیا ہے۔

سیادت نسبی دونوں طرف سے حاصل تھی۔ علامہ رشید رضا نے لکھا ہے کہ انساب اور تاریخ کے متاخرین علماء میں سے تقریباً ستر (۷۰) مصنفین نے شیخ کو حسنی اور حسینی الاصل سادات میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ حضرت جامیؒ تصریح فرماتے ہیں:۔

آں شاہ سرافراز، غوث الثقلین است

در اصل صحیح النسبین از طرفین است
از سوئے پدر تا بہ حسن سلسلۂ اوست
از جانب مادر در دریائے حسین است

ولادت نیف (بروزن دیپ) یا نیف (بروزن کیف) میں ۱۱ ربیع الثانی ۴۷۰ھ بمطابق ۱۰۷۷ء کو ہوئی، جو بحر قزور (کیپسن سی) کے جنوب میں گیلان کے قریب ایک قصبہ تھا۔ سال وفات متفقہ طور پر ۵۶۱ھ مطابق ۱۱۶۶ء ہے۔ ولادت کی تاریخ لفظ "عاشق" عمر شریف لفظ کمال، اور تاریخ وصال "معشوق الٰہی" سے نکلتی ہے۔ کسی نے خوب کہا۔

سنینش کامل، و عاشق تولد
وصالش ذاں ز "معشوق الٰہی"

یہ بچہ، جس کے مقدر میں اقلیم علم وعرفاں کی بادشاہت تھی۔ پاک ومقدس اصلاب و ارحام کے اثرات خیر کے طور پر شیر خواری ہی میں غیر معمولی شعور سے آراستہ تھا[1]۔ رمضان میں دودھ نہ پینے کی روایت اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔

ایسے مقدس والدین کی آغوش شفقت میں پرورش پائی جو علم وحکمت اور فیوض وبرکات کا سرچشمہ ہے۔ والد کا اسم گرامی حضرت ابوصالح اور لقب جنگی (زنگی) دوست ہے کہ آپ جہاد فی سبیل اللہ کے نہایت شائق تھے اور راہ خدا میں شہادت آپ کی زندگی کی واحد آرزو تھی۔ والدہ ماجدہ ام الخیر، بلاشبہ اپنے نام کی زندہ تفسیر تھیں کہ انہوں نے اپنے دامن دل میں اپنے والد حضرت عبداللہ الصومعی الزاہد سے خیر کی جملہ انواع، تمام محاسن وفضائل اور فیوض وانوار کی دولت کو سمیٹ لیا تھا۔ غرضیکہ قدرت نے آپ کو ایسے خاندان اور ماحول میں رکھا۔ جہاں ہر شئے نور ایمان کے سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی۔

سایۂ پدری بچپن ہی میں سر سے اٹھ گیا تھا۔ ۱۸ برس کی عمر میں جب خدمت اسلام کی خاطر علوم دینیہ کی تحصیل وتکمیل کا جذبہ دل میں مچل اٹھا۔ والدہ ماجدہ سے اجازت لے کر بغداد کا رُخ کیا کہ اس غرض کے لئے اس وقت کے تمام راستے بغداد ہی کو جاتے تھے۔ چنانچہ اس وقت

۱۔ لبعض بچوں کا ابتدائے پیدائش ہی سے غیر معمولی قویٰ کا حامل ہونا علمائے حیاتیات وطبیعیات کے نزدیک بھی مسلم ہے اور قرآن کریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اسی کیفیت میں پیش کیا ہے۔

سے لے کر وفات تک یہی شہر آپ کی دینی و علمی سرگرمیوں کا مرکز بنا رہا۔

سلسلہ تعلیم کی ابتدا حفظ قرآن کریم سے ہوئی۔ پھر ادب، ریاضی، منطق، معقولات، فقہ، حدیث و تفسیر، غرض جملہ علوم ظاہری و باطنی کی تحصیل و تکمیل زمانے کے کامل اساتذہ اور ماہرین فن سے کی۔ جناب شیخ کا ایک خاصا ہر دور میں یہ رہا ہے کہ جس شعبے سے انہوں نے تعلق قائم کیا اسے تکمیل کے نقطۂ آخر تک پہنچا کر چھوڑا۔ چنانچہ علوم عربیہ، شرعیہ اور باطنیہ میں یکساں تبحر و کمال حاصل کیا۔ وسعت نظر اور عظمت علم کی گواہ آپ کی شہرۂ آفاق تصانیف ہیں جو پندرہ (۱۵) سے زیادہ شمار کر لی گئی ہیں۔

حضرت غوث اعظمؒ کی حیات مقدسہ کا دور طالب علمی ہر عہد و نسل کے طالب علموں کے لئے بالعموم اور مسلم نوزدان علم و معرفت کے لئے خاص کر، حصول فضل و کمال کا ایک ایسا عظیم نمونہ اور زریں مثال ہے۔ جو سرتا سر رشد و ہدایت، بے باکی، پارسائی اور حق و صداقت کے ساتھ ساتھ بے مثل یگانہ اور فاضل یگانہ بننے کا درس دیتا ہے۔ نیز آپ کی زندگی کا یہ پہلو بھی آپ کے اس ہمہ گیر روحانی انقلاب کا ایک عظیم تعمیری پہلو ہے جو آپ نے ملت اسلامیہ کی سربلندی کے لئے برپا کیا۔ قصیدۂ غوثیہ میں تحدیث نعمت ہے۔

۵ درست العلم حتی صرت قطبا ونلت السعد من مولی الموالی

یعنی پڑھ کے میں علم (طریقت) ہو گیا قطب زماں
ہے سعادت پر مجھے پہنچا یا حق نے بے گماں

طریق باطنی کی تعلیم شیخ حماد دباسؒ، قاضی ابو سعید مخزومیؒ اور شیخ ابو یوسف یعقوب ہمدانیؒ سے پائی۔ شیخ خرقہ قاضی ابو سعید تھے۔ شیخ صحبت حماد رہے۔ نسبت ارادت براہ راست حضور رحمت اللعالمین سے تھی اور انوار و فیوض کا نزول براہ راست خواجہ عالم کی سرکار سے ہوتا تھا حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی "ہمعات" میں نسبت اویسیہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ "سب سے قوی الاثر بزرگ جنہوں نے راہ جذب کو باحسن وجوہ طے کیا اور نسبت اویسیہ کی اصل کی طرف رجوع

۱۔ عبد النبی کوکب، تعلیقہ، مقالہ عبد القادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ در اردو دائرہ معارف اسلامیہ، لاہور۔ ج ۱۲۔ ص ۹۳۲

اور اس میں نہایت کامیابی سے قدم رکھا۔ شیخ عبد القادر جیلانیؒ ہیں۔ اور اسی بناء پر آپ کے متعلق کہا گیا ہے کہ آپ اپنی قبر میں زندوں کی طرح تصرف کرتے ہیں ؎

وہ سرگروہ کاملاں، وہ تاجدار عاشقاں

وہ شاہبازِ لامکاں، وہ صدرِ محفلِ قدم

تکمیل علم کے بغیر تزکیۂ نفس کی ازحد ضرورت ہوتی ہے ورنہ علمی کمالات، راہ حق کے حجابات بھی بن جایا کرتے ہیں۔ ؎

با ہر کمال اندکے آشفتگی خوش است

ہر چند عقل کل شدی، بے جنوں مباش (اقبالؒ)

چنانچہ تحصیل علم کے بعد شیخ نے ۲۵ برس تک مسلسل قیاس و تصور سے ماورا ریاضت و مجاہدہ کی زندگی گزاری، جس کا ایک ایک لمحہ ماسوی اللہ سے اپنا تعلق منقطع کر کے اپنے وجود و ہستی کو اللہ کے عشق میں اس طرح فنا کر کے بتایا کہ اگر ان میں کوئی چیز موجود تھی، تو وہ روح تھی جو صرف امر الٰہی ہے اور بس ؎

زہد و تقویٰ بے بدل، ذوقِ عبادت بے نظیر

ہر ادا، ہر شان، ہر خوبی میں لاثانی ہیں آپ

علوم ظاہری و باطنی اور ریاضات و مجاہدات کے تمام مراحل کی تکمیل کے بعد شیخ نے بغداد کی سوسائٹی میں ہر طرف فسق و فجور، خودغرضی و ہوس رانی کے سائے حرکت کرتے دیکھے تو طبیعت نے ہر ایک طرح کی گرانی محسوس کی۔ آپ کا نفیس و جمیل دل ماحول کی گندگی سے گھبرا گیا۔ سکونت بغداد کا ارادہ ترک کر کے شہر پناہ کے دروازے سے باہر نکلے تو ہاتف غیبی کی پکار سنی۔ "عبد القادر واپس لوٹ جاؤ۔ خلق خدا کو تم سے بغداد ہی میں فائدہ پہنچے گا" چنانچہ آپ نے اس غیبی حکم کی تعمیل میں بغداد ہی میں قیام فرمایا اور ۵۲۸ھ میں مدرسہ مخزومیہ میں ۱۳ مختلف علوم و فنون کی تدریس کا کام سنبھالا۔ دنیائے اسلام کے مختلف حصوں سے شاگرد کھینچے چلے آئے۔

پچاس (۵۰) سال کی عمر میں سب سے پہلے ایک مجلس کے اندر وعظ فرمایا۔ وعظ و درس کا چرچا بہت جلد دور دور تک ہونے لگا۔ اس کے لئے اہم مشغلہ افتاء تھا۔ بالعموم حنبلی اور شافعی مذہب کے مطابق اور فروع میں اپنے اجتہاد سے فتویٰ دیتے۔ علمائے عراق آپ کے فتاویٰ سے متعجب ہوتے اور بڑی تعریف کرتے[1]

۱۔ الشعرانی۔ الطبقات الکبریٰ۔ ج ۱۔ ص ۱۲۶

شیر خواری کے زمانے سے لے کر جب آپ نے اپنی والدہ کا دودھ پینے سے انکار کر کے ماہِ رمضان کے شروع ہونے کی خبر دی[1] شیخ کی زندگی مسلسل کرامات و خوارق عادات کا ایک سلسلہ ہے امام یافعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت کی کرامتوں کی تعداد حد شمار سے خارج ہے اور اکثر بقول ابن تیمیہ و عزالدین ابن عبدالسلام حد تواز کو پہنچی ہوئی ہیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ حضور کے ایک معاصر بزرگ شیخ علی ہیبتی کی شہادت نقل کرتے ہیں کہ " ندیدم ہیچ کسے از اصل زمان خود را، اکثر الکرامات از شیخ عبدالقادرؒ، ہر وقت ہر کہ خواہد کہ از وے کرامتے مشاہدہ کند، می کند وخوارق ظاہر گردد گاہے از وے، گاہے در وے، گاہے بوے۔" (اخبار الاخیار۔ بحوالہ عبدالماجد دریا بادی، تصوف اسلام صـ ۷۹)

اس میں کوئی شک نہیں کہ نبی کے معجزات اور اولیاء اللہ کی کرامات "حکمت الہیہ" کا مظہر ہیں اور اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں حکمت الہیہ کے اس مظہر نے بہت بڑا اثر دکھایا ہے۔ غوث اعظمؒ کی تبلیغ دین کی مساعی میں دعوت اسلام دیتے وقت کرامات کا مشاہدہ ایک عام چیز تھی آپ کی کرامات نے کفار و ملحدین کے بڑے بڑے چیلنجوں کا جواب دیا اور ایسا موثر جواب دیا کہ ان کی روح کی دنیا کی کایا پلٹ دی۔ ایک دن میں اور ایک ہی مجلس میں ہزاروں غیر مسلموں کو کلمہ پڑھوانا اور بدعملیوں سے توبہ کروانا آپ کی باکرامت تبلیغ کا معمول تھا ؎

آپ کے انوار سے ہے بزم عرفاں تابناک
مجلس اسلام میں وہ شمع نورانی ہیں آپ

یہ تھی حضور محی الدین، سلطان الاولیاء، شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی مقدس اور پاکیزہ زندگی کی ایک ہلکی سی جھلک اور مختصر ترین تصویر کشی۔ داراشکوہ نے بہت کچھ لکھنے کے باوجود جو الفاظ کہے ہیں۔ اس مقام پر وہی دہرا کر یہ بحث سمیٹتا ہوں۔

" اگر آنچہ از حضرت در ایام حیات بہ ظہور رسیدہ و آنچہ الحال نیز مشاہدہ نمودہ می شود گفتم کتاب کلانے می شود۔"[2]

۱۔ شیر خواری میں احکام شرعیہ کے اس التزام سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی ولائت مادر زاد تھی۔ چنانچہ خود آپ کو شروع ہی سے اس کا ایقان حاصل تھا۔ جیسا کہ اس نے بعد میں تصریح فرمائی۔ ۲۔ داراشکوہ۔ سفینۃ الاولیاء۔

ے ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے
سفینہ چاہیئے اس بحرِ بیکراں کے لئے (غالب)

سیرت وکردار

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان، نئی آن
گفتار میں، کردار میں، اللہ کی برہان

ے جس سے جگرِ لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفاں (اقبالؒ)

قطب ربانی، غوث جیلانی گفتار وکردار میں اللہ کی برہان تھے۔ صحیفۂ زندگی کی ہر سطر احکام شریعت کے مطابق و ماتحت تھی۔ قرآنی احکام اور اسوۂ حسنہ پر عمل پیرائی میں آپ لذت محسوس فرماتے تھے۔

سیرت وکردار کے لحاظ سے کوئی ولی آپ کا ہم پلہ نہ تھا۔ اپنے اور غیر سبھی آپ کے حسن سلوک کے گرویدہ تھے کہ آپ اسلامی اخلاق اور انسانی اوصاف کے پیکر تھے۔ صبر وصداقت اور استحکام واستقلال میں آپ کی شخصیت یکتائے عصر تھی۔ والدہ کی نصیحت تھی کہ صدق وراستی کو نہ چھوڑنا۔ ایک لحظہ بھی فراموش نہ ہونے پائی۔ منزل صدق میں اسی قیام واستقامت کا یہ نتیجہ نکلا کہ آگے چل کر وہ مرتبہ رفیع حاصل ہوا جو مقام صدیقیت کے لئے مخصوص ہے اور رہرووں کے لئے تو کجا، اچھے اچھے رہنماؤں اور رہبروں تک کے لئے باعث رشک۔ فرماتے ہیں جب تک ہنسنے کا حکم نہیں ملتا۔ نہیں ہنستا، کھانے کا حکم نہیں ملتا، نہیں کھاتا۔ جب تک بولنے کا حکم نہیں ملتا، نہیں بولتا ے

بندۂ مومن ز آیات خدا است   ہر جہاں اندر بر او چوں قبا است (اقبالؒ)

بایں رفعت ومنزلت حد درجہ متواضع اور منکسر المزاج تھے۔ حرادہؒ فرماتے ہیں :۔
"ما ذات عیناى احسن خلقنا ولا أوسع صدرا ولا اکرم تفسا و لا الطف قلبا ولا أحفظ عهدا و ودا من سیدنا شیخ عبد القادرؒ [1]"

۱۔ محمد بن یحییٰ التاقفی۔ قلائد الجواہر ص ۹

حافظ ابوعبداللہ محمد بن یوسف الاشبیلی فرماتے ہیں :۔

کان مجاب الدعوات سریع الرمعۃ، دائم الذکر، کثیر الفکر، رقیق القلب، دائم البشر، کریم النفس، سخی الید، عزیز العلم، شریف الاخلاق، طیب الاعراق، مع قدم راسخ فی العبادۃ والاجتہا"۔ [1]

مفتی عراق ابوعبداللہ محمد بن حامد البغدادیؒ گویا ہیں :۔

" ابعد الناس عن الفحش، أقرب الناس الی الحق، شدید امباس ازا انتھکت محارم اللہ عزوجل، الا یغضب لنفسہ ولا ینتصر لغیر ربہ"۔ [2]

المختصر، سیدنا غوث اعظمؒ عظمت کردار کا گوہر تاب دار۔

ے جلال کبریائی در قیامش　　　جمال بندگی اندر سجودش　(اقبالؒ)

مقام و منصب

شریعت کے وہ رہبر ہیں طریقت کے وہ ہادی ہیں
جہان معرفت میں اقتدار غوث اعظمؒ ہے۔

علمی مقام

ع　اے کہ نظم دہر کا ادراک حاصل ہے تجھے

علوم و معرفت کے نیّر تاباں غوث الاعظمؒ کی علمی شان و مقام کا تفصیلی تذکرہ یہاں لازم و مطلوب نہیں بلکہ صرف اشارہ کر دینا کافی ہے حضرت کے اس شعر کی طرف جس میں آپ نے " بطور تحدیث نعمت" اپنے علمی مقام کا اظہار فرمایا ہے۔ ے

ے درست العلم حتی صرت قطبا　　　ونلت السعد من مولی الموالی
(قصیدہ غوثیہ)

پس آپ کا مقام دنیائے علم و معرفت میں، ان اجمالی ارشادات سے سمجھا جا سکتا ہے۔

۱۔ محمد بن یحیٰی التادفی، قلائد الجواہر ص۹۔　۲۔ ایضاً۔
اوپر دی گئی عربی عبارات واضح ہیں، ترجمہ کی حاجت نہیں۔

۱ :۔ علوم عربیہ، شرعیہ، عقلیہ اور علوم طریقت وحقیقت میں آپ کو یکساں تبحر وکمال حاصل تھا۔ مدرسہ مخزومیہ میں بیک وقت ۱۳ مختلف علوم وفنون کی تدریس آپ کا مشغلہ ہوتا تھا آپ کے شاگردوں میں شیخ موفق الدین ابن قدامۃ (صاحب المغنی) ایسے ہزاروں ستارے جھلملاتے تھے۔

۲ :۔ آپ کے خطبات ومواعظ اس قدر علوم ومعرفت، سائنسی اور نفسیاتی اسرار ورموز کو محیط ہوا کرتے تھے کہ بقول شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ و دیگر تذکرہ نگاراں بیک وقت چار چار سو دواتیں لے کر علماء وفضلاء آپ کے مواعظ کا حرف حرف نوٹ کرتے تھے۔

۳ :۔ آپ کے ارشادات عالیہ سے، آپ کے دینی، سماجی اور سیاسی شعور اور بصیرت کے نقطۂ عروج کا پتہ چلتا ہے۔ کوئی مسئلہ ہو۔ خواہ دینی نوعیت کا ہو یا سیاسی، معاشی اور سماجی نوعیت کا ہو، اپنے پس منظر، تمام متضمنات اور حل کے ساتھ آپ کے فکر وشعور کی گرفت میں ہوتا۔ مغیبات عالم پہ اطلاع کی کرامات تو آپ سے ہر روز صادر ہوتی رہتی ہیں۔

ے حادثہ وہ جو ابھی پردۂ افلاک میں ہے۔
عکس اس کا مرے آئینہ ادراک میں ہے

۴ :۔ فقہی اور دینی احکام میں حنبلی المذہب تھے لیکن فروع میں کلی طور پر حنبلی مسلک کے پابند نہ تھے کیونکہ آپ خود مرتبۂ اجتہاد پر فائز تھے چنانچہ اکثر مسائل اور فتاویٰ اپنے ذاتی اجتہاد سے بیان فرماتے، جو اکثر حنبلی مسلک سے مطابقت کھا جاتے تھے اور بلا شبہ یہ آپ کی عظمت علمی کی بہت بڑی دلیل ہے۔

علوم دینیہ میں اس تبحر وبصیرت کا مالک اور شرعیات کی تعلیم میں ایسی گراں قدر خدمات کا حامل، آپ کے اس دور میں دوسرا کوئی شخص نظر نہیں آتا اور حقیقت تو یہ ہے کہ تاریخ میں اس پائے کی ہستیاں عزیز ونادر ہی ہوا کرتی ہیں؛ ے

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری میں روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے، چمن میں دیدہ ور پیدا (اقبال)

حیاتِ باطنی میں منصب۔

ے آفتاب کائنات اہلِ دل از شعاع او حیات اہل دل (اقبالؒ)

حیاتِ روحانی میں آپ کو قطبیت کبریٰ کا مقام و منصب حاصل ہے۔ شیخ محی الدین ابن عربیؒ "فتوحات مکیہ" میں رقم طراز ہیں۔ " بغداد میں شیخ الاسلام "غوث الاعظمؒ" کو اس قدر اعلیٰ منزلت اور مرتبت حاصل ہے کہ کل اقطاب، ابدال، اوتاد اور افراد آپ کے زیرنگیں ہیں اور آپ سب کے قائد ہیں۔" اور یہی وہ علو شان جس کی طرف آپ قدس سرہٗ نے اپنے اس ارشاد حقیقت بنیاد میں اشارہ فرمایا۔ " قدمی ھذا علی رقبۃ کل ولی اللہ۔ یعنی میرا قدم تمام اولیاء اللہ کی گردنوں پر ہے۔ (تشریح کا یہاں موقع نہیں)

ے
ماہ و انجم ہیں جتنے اولیاء ہیں اہل عرفاں ہیں
سپہرِ معرفت کے غوث الاعظم مہرتاباں ہیں۔

آپ کے معروف زمانہ "قصیدۂ غوثیہ" اور حد تواتر سے ثابت کرامات کو دیکھا جائے تو ولایت و طریقت میں آپ کا مقام

ع
خاکی و نوری نہاد، بندۂ مولا صفات۔ اور
او شریک اہتمام کائنات

قرار پاتا ہے۔ جیسا کہ مشہور حدیث قدسی میں تصریح ہے کہ " لا یزال العبد یتقرب الی بالنوافل، حتی احببتہٗ، فاذا احببتہٗ کنت سمعہ الذی یسمع بھا ولبصرہٗ الذی یبصر بھا ویدہ الذی یبطش بھا۔ الحدیث۔ یعنی بندہ کثرت نوافل کے ذریعہ خدا کا محبوب بن جاتا ہے اور تب اس کے رگ و پے پر الوہی توانائیاں ابھر جاتی ہیں۔ حضرت غوث الاعظمؒ محبوب باری کے اسی مقام رفیع پر فائز ہیں۔ چنانچہ سید ضیاء الدین ابوالنجیب عبدالقاہر سہروردی فرماتے ہیں " سیدنا عبدالقادر جیلانی اس وقت تمام دنیا کے اولیاء اللہ میں ممتاز اور یگانہ حیثیت کے مالک ہیں اور اپنی نظیر نہیں رکھتے۔ وہ اگر چاہیں تو لوگوں کے مقامات کو سلب کرلیں اور چاہیں تو اصلی حالت پر رہنے دیں۔"

سید احمد کبیر الرفاعی نے اپنے بھانجے شیخ ابوالفرح عبدالرحیم سے فرمایا: " اے فرزند! اس دور میں کسی میں اتنی طاقت نہیں ہے۔ جتنی سید عبدالقادر میں ہے اور جس مقام پر وہ فائز ہیں وہ انہی کے شایاں ہے[1]"

۱۔ محمد دین کلیم، تذکرہ مشائخ قادریہ، مکتبہ نبویہ لاہور۔ ص ۲۲۔

حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندی گویا ہیں ؎

آفتاب و ماہتاب و عرش و کرسی و قلم
نور قلب از نور اعظم ، شاہ عبدالقادر است
بادشاہ ہر دو عالم شاہ عبدالقادر است
سرور اولاد آدم ، شاہ عبدالقادر است

آپ کے اسی مقام رفیع کا اعتراف اغیار کو بھی ہے ۔ چنانچہ دم ۔ براؤن انسائیکوپیڈیا آف اسلام ، اُردو میں اپنے مقالہ " عبدالقادر جیلانیؒ " میں کہتا ہے ۔ " یہ شیخ اسلام میں معروف ترین وسائل ارتباط میں سے ایک وسیلہ ارتباط بن گئے ہیں[1] "

موصوف کی یہ بات بجا ، فیوضات طریقت کے مسالک چار ہیں ۔ مگر ان سب کے لئے منبع افاضات غوث اعظمؒ ہی کا آستانہ ہے ۔ جیسا کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ اپنے آخری مکتوب میں فرماتے ہیں ۔

" تا آنکہ نوبت بہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ رسید ، چوں نوبت ایں بزرگوار شد ، وصول فیض و برکات دریں راہ بہر کہ باشد از اقطاب و نجباء و بدلاء بتوسط شریف ولےؓ مفہوم می شود ۔ چہ ایں مرکز غیر او را میسر نہ شد ، ازیں جا است کہ فرمودہ ؎

افلت شموس الاولین و شمسنا
ابدا علی افق العلی لا تغرب "

یوں آپ کی ذات با برکات ظاہری و باطنی جملہ کمالات و فضائل کی جامع بن گئی ہے ؎

محیط علم ظاہر تھے ، حریم سر باطن تھے
تعجب خیز ہے ان کی ہمہ گیری ، ہمہ دانی

یہ تو تھا ، حضرت غوث الاعظمؒ کی حیات طیبہ ، سیرت و کردار ، مقام و منصب اور کمالات علمیہ و عملیہ کا مختصر تذکرہ بطور تبرک ۔ اب ہم اصل نقطہ ماسکہ " موضوع " کی طرف آتے ہیں ۔ اور وہ ہے دین اسلام کے فروغ و احیاء اور امت مسلمہ کی نشاۃ ثانیہ کے سلسلہ میں حضرت کے انقلابی کارناموں کا اجمالی جائزہ ۔

۱۔ اردو دائرۂ معارف اسلامیہ ۔ ج ۱۲ ۔ صہ ۹۲۸ ۔

دوسرے الفاظ میں اب ہم یہ جائزہ لیں گے کہ کیا غوث اعظم کے دور میں، یعنی پانچویں اور چھٹی صدی ہجری میں عالم انسانی اور بالخصوص دنیائے اسلام واقعی اور عملی طور پر لوازمات ثلاثہ، کائنات کی روحانی تعبیر، فرد کے روحانی استخلاص اور عالمگیر ابدی اصولوں کی عملی تطبیق کی احتیاج رکھتی تھی؟ اور اگر فی الواقع اس وقت انسانیت اور امت مسلمہ عملی طور پر ان لوازمات ثلاثہ یا بالفاظ دیگر مذہبی اور روحانی واردات کی ضرورت مند تھی تو پھر سوال یہ ہے کہ آپ نے اپنے دور میں کس طرح اس بنیادی ضرورت کی تکمیل کی اور اس سلسلے میں کون سے ایسے کارہائے نمایاں انجام دیے۔ جن کی بدولت آپ "محی الدین" اور "مجدد ملت" قرار پائے؟ ہم شیخ کے ان انقلابی کارناموں کو دو حصوں میں تقسیم کرکے ان کا تجزیہ کریں گے۔ ایک تو یہ کہ آپ نے کس طرح امت مسلمہ کے 'معمول بہ دین' کو معیاری دین اور جامد مذہب کو حرکی مذہب میں بدل دیا؟ اور دوسرے یہ کہ اس معیاری حرکی دین کو (لوازمات ثلاثہ کے حوالے سے) کس طرح عالمگیر سطح پر غلبہ و اقتدار سے ہمکنار کر دیا؟ پہلے کارنامے کو ہم "ملی انقلاب" سے تعبیر کریں گے اور دوسرے کارنامے کو "احیائے دین" سے۔

ملّی انقلاب

وہ جس کی ارجمندی بھا گئی چشم مشیت کو
ہوئی جس کے سپرد ایوان ملت کی نگہبانی

حضرت نے امت مسلمہ کی روحانی اور ملی زندگی میں جو ہمہ گیر انقلاب برپا کیا۔ اس کا ہم مختلف پہلوؤں اور مختلف زاویوں سے مطالعہ کریں گے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں حسب ذیل عنوانات کے تحت آپ کے عظیم انقلابی کارناموں کا جائزہ لیا جائے گا۔ یہ عنوانات اس عہد میں امت کے اجتماعی حالات کے عکاس ہیں:

۱:۔ فکری انحطاط اور لادینی افکار کا فروغ۔ ۲:۔ تصوف اور مذہبی زندگی میں بگاڑ

۳:۔ سیاسی اختلال و اضمحلال ۴:۔ سماجی و اقتصادی زبوں حالی۔

۵:۔ ہمہ گیر زوال سیرت

یہ عنوانات اس وقت امت مسلمہ کی زوال پذیر تمدنی اور اجتماعی زندگی کی عکاسی کرنے کے لئے اور شیخ کو درپیش مہمات، مسائل اور چیلنجوں کی نوعیت ظاہر کرنے کے لئے قائم کئے گئے۔ شیخ ان مسائل

اور چیلنجوں سے کس طرح عہدہ برآ ہوئے ۔ اس کا جائزہ ہر عنوان تلے مباحث میں ملے گا۔

فکری انحطاط اور لادینی افکار کا فروغ

ع عالم تمام مردہ و بے ذوق جستجو است

مظاہر واسباب

تاریخی اعتبار سے پانچویں اور چھٹی صدی ہجری کا زمانہ اسلامی تعلیمات کے زوال و اضمحلال کا دور تھا ۔ باطل اور لادینی افکار کا فروغ عام تھا ۔ اسلامی نظریۂ حیات اور دین کی اساسی اقدار کے جملہ تصورات میں اضمحلال اور تغیر رونما تھا ۔ اگر اس تغیر کے اسباب و مظاہر کا جائزہ لیں، تو ذیل کے امور سامنے آتے ہیں ۔

فلسفۂ یونان اور عقلیت محضہ

یونانی فلسفہ اور علوم جب مسلمانوں میں رائج ہوئے تو مسلمانوں کے ذہن فلسفہ اور عقلیت محضہ سے متاثر ہونے لگے ۔ رفتہ رفتہ اسلامی سوسائٹی میں 'عقلیت' کا ایک طوفان آگیا ۔ جس سے اسلامی اعتقادات میں خدشات اور تذبذب، ایمان و ایقان میں شک وارتیاب اور اذہان وقلوب میں ایک خلش پیدا ہونے لگے اور ارسطو کے کلیات ، دین کے محکمات ، پر محکم بننے لگے ۔
اس عقلیت محضہ کے ساتھ ساتھ " وضعیت " کا طوفان آنا بھی ناگزیر تھا ۔ وضعیت کا سب سے بڑا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مذہب کی آواز دل تک نہیں پہنچ پاتی اور جب دل ہی متاثر نہ ہو، تو مذہب کی حقیقی روح سے آشنا ہونا ناممکن ہے ۔

ے تو عرب ہو یا عجم ہو ، تیرا لا الٰہ الا
لغت غریب ، جب تک ترا دل نہ دے گواہی

اس عقلیت و وضعیت کے مہلک اثرات نے مسلمانوں کی دینی زندگی کے ہر گوشہ کو تباہ حال کر

(جاری ہے)

خطۂ کشمیر میں

سہروردی سلسلہ کے پیشوا

موئلفہ میاں اخلاق احمد ایم اے

تصوّف کے چار مشہور سلسلے (۱) سہروردی (۲) چشتی (۳) قادری (۴) نقشبندی ہیں ان چاروں سلاسل کے صوفیائے کرام نے پاک و ہند میں تبلیغِ اسلام اور اصلاح معاشرہ کی قابلِ قدر خدمات انجام دیں۔

اوّل الذکر دونوں سلسلوں کا آغاز عہدِ سلطنت میں ہوا اور آخر الذکر سلسلوں کا آغاز مغلیہ عہد میں ہوا۔ یہاں ہم سہروردی سلسلہ کے اس پیشوا جنہوں نے خطۂ کشمیر میں ایک اہم مرکز قائم کیا تھا، پر روشنی ڈالتے ہیں۔

سہروردی سلسلہ کے بانی شیخ شہاب الدین سہروردیؒ ہیں۔ جو عراق عجم کے قصبہ سہرورد میں پیدا ہوئے۔ اور بغداد میں اپنے چچا شیخ نجیب الدین عبدالقاہرؒ کے سایۂ عاطفت میں پرورش و تربیت پائی۔ نامور علماء و فضلاء سے علوم مروجہ حاصل کئے۔ حدیث، فقہ، کلام اور علوم ادبیہ میں مہارت کاملہ رکھتے تھے۔ تصوّف اور زہد و اتقاء میں اپنی نظیر آپ تھے۔ خلفائے بغداد اور بہت امراء و سلاطین شیخ سہروردی کا نہایت احترام کرتے تھے[۱] وہ سنّت کے حد درجہ متبع تھے اور شافعی مسلک رکھتے تھے۔ فقہ میں اجتہاد کا درجہ حاصل تھا۔ آپ نے اس سلسلہ کو عراق میں آگے بڑھایا۔ ایران اور عراق میں فسادات و غارت گری کے سبب ان کے بے شمار مریدوں نے ہندوستان کا رُخ کیا۔ ان مریدوں میں سے شیخ بہاؤ الدین زکریاؒ نے (جو ملتان کے رہنے والے تھے) سلسلہ سہروردیہ ملتان میں تیرہویں صدی میں قائم کیا۔ ان کے ایک دوسرے مرید شیخ جلال الدین تبریزیؒ نے یہی سلسلہ بنگال میں قائم کیا۔ ان کے علاوہ حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانیؒ کے پوتے حضرت رکن الدین ابن عالمؒ سہروردی کے خلیفہ سلطان حمید الدین حاکمؒ نے مئو شریف میں اس

[۱] الامام العارف شیخ شہاب الدین سہروردی، حکم شمس اللہ قادری ص ۱۲ - ۱۶

سلسلۂ عالیہ کا تیسرا مرکز قائم کیا۔ آپ حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانیؒ کے داماد بھی تھے۔ مخدوم سید جلال الدین سرخ بخاریؒ جو حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی سہروردیؒ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ اوچ شریف میں چوتھا مرکز قائم کیا۔ اور سلسلہ عالیہ سہروردیہ کی ترویج و اشاعت میں نمایاں کردار ادا کیا۔ اوچ میں ۱۲۷۷ء سے ۱۳۸۳ء تک ان بزرگانِ دین کا بہت عروج رہا۔ پانچواں مرکز مدینۃ الاولیاء لاہور میں سب سے پہلے سہروردی بزرگ حضرت شیخ عبدالجلیل چوہڑ بندگیؒ نے قائم کیا۔ آپ نے اصلاح فکر اور پاکیزگی نفس کے لئے جو کچھ کیا کسی مدرسے نے بھی نہیں کیا۔ آپ کبھی منبر پر ذاکر کی حیثیت سے نمودار ہوئے۔ بلکہ اپنی خانقاہ حجرے میں بوریئے پر بیٹھ کر چند افراد کے حلقوں میں رشد و ہدایت اور عرفان کی روشنی پھیلائی۔ یہ حلقے جس قدر وسیع ہوتے گئے عرفان کی روشنی پھیلتی گئی۔ اور ہدایت کے چشمے بہتے رہے۔

سلسلہ سہروردیہ کشمیر میں

سلسلہ سہروردی کا چھٹا مرکز خطۂ کشمیر تھا۔ اس سلسلہ کے مورث اعلیٰ حضرت سلطان العارفین مخدوم شیخ حمزہؒ اور ان کے مریدؒ و خلیفہ بابا داؤد خاکی اور ابوالفقراءُ حضرت بابا نصیب الدینؒ تھے۔ مجاہدین کا یہ مقدس گروہ نہ صرف خود نور معرفت سے منور تھا بلکہ اس کی وساطت و رہنمائی سے اور بھی ہزارہا سعادت مند معرفت کی عظیم نعمت سے بہرہ اندوز ہوئے۔ ان عظیم اور بلند ترین ہمت رکھنے والوں کی مسلسل جد وجہد، لگاتار وعظ و تلقین اور سیاسی دور اندیشیوں نے خطۂ کشمیر کے مسلمانوں کے ایمان اور عقائد کی حفاظت کی۔ عاقبت تباہ و برباد کرنے سے بچایا۔ اور کشمیر میں ایک پاک معاشرہ تعمیر کیا۔ یہی وجہ ہے کہ یہ گروہ اپنے ساتھیوں کو پاک غذا، پاک لباس اور پاک زندگی کی تلقین فرماتے تھے۔ کہ اس پاکیزگی کی ابتداء نظر سے ہوتی ہے۔ اس لئے مومن کو ہمیشہ اپنی نظر پاک رکھنی چاہیئے۔ چنانچہ بیعت کے وقت جب پچھلے گناہوں سے توبہ کراتے تو پھر یہ نصیحت فرماتے تھے۔

"اپنے ہر عضو کو گناہوں سے بچانا چاہیئے، صاف و پاک رہنا چاہیئے۔ نامحرم عورتوں پر شہوت بھری نظر نہیں ڈالنی چاہیئے۔ بیگانہ عورت پر بری نظر ڈالنا ہی بد ترین گناہ ہے۔ اور کسی کو توہین آمیز اور حقیر نظر سے دیکھنا بھی شرعی جرم ہے"۔

الغرض کتاب وسنت کو زندگی کا امام بنانا اور کتاب وسنت کی روشنی میں نیا معاشرہ تعمیر کرنا حضرت سلطان مخدومؒ کا وہ عظیم کارنامہ ہے جس کی وجہ سے تاریخِ کشمیر میں ان کا نام ہمیشہ درخشندہ و تابندہ رہے گا۔

کشمیر صرف خوش نما سبزہ زاروں، برف پوش کوہساروں، شاداب وادیوں، وسیع چراگاہوں، گھنے جنگلوں اور گل ریز سرغزاروں، زعفران کے سنہرے سنہرے کھیتوں، زنگارنگ پھولوں کی کیاریوں، ان گنت شفاف چشموں، جھیلوں، ندیوں، دریاؤں، آبشاروں اور اونچے اونچے سدا بہار درختوں کی قطاروں کا خطہ نہیں بلکہ ہمیشہ سے اہل علم وفضل اور صوفیاء صلحاء کا مسکن رہا ہے۔

اس خطۂ زمین سے ہر قسم کے اہل کمال پیدا ہوئے جن میں حکمران، سیاستدان، علماء وصلحاء اور دیگر اہلِ وفن شامل ہیں۔ انہی ارباب علم وفضل میں ایک بزرگ شریف الدین عبدالرحمٰن تھے۔ جنہیں کشمیری عقیدت اور محبت سے بُلبُل شاہ کہتے ہیں۔ بُلبُل شاہ ایک مبلغ اسلام تھے۔ اپنے پیرِ طریقت کے ارشاد کے مطابق کشمیر میں تبلیغ اسلام کیلئے ۱۳۲۵ء میں ترکی سے کشمیر تشریف لائے۔ جبکہ رنجن دیو (رنجن شاہ) بدھ حکمرانِ کشمیر تھا۔ جس نے اسلام قبول کیا۔ اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس نے اپنا اسلامی نام صدر الدین رکھا۔ اور سلطان صدر الدین کے نام سے اس نے سلطنت کی۔ اور پیر کی ہدایت کے مطابق کشمیر میں عبادت گاہیں، خانقاہیں اور مسجدیں تعمیر ہوئیں۔

بُلبُل شاہ ۷۲۷ھ میں فوت ہوئے آپ کے نام پر سری نگر میں ایک محلہ آباد ہے جسے "بُلبُل نگر" کہتے ہیں۔ وہاں ایک چھوٹی سی مسجد بھی ہے جو آپ کے نام پر منسوب ہے۔

سلطان شہاب الدین نے چودھویں صدی عیسوی کے آخر میں اسلامی تعلیمات کے فروغ کے لئے ایک درس گاہ قائم کی۔ اور دیہات میں قاریوں کی تربیت کے لئے مدرسے قائم کئے۔ اس نے کشمیر کی حدود کو وسعت دی۔ زبردست فوجی طاقت والا اور منتظم بادشاہ تھا فتوحات کا شوق رکھتا تھا۔ اس نے ایک کشمیری لڑکے سیّد حسن بہادر کو فوج کا سپہ سالار مقرر کیا۔ پکھلی، سوادکز، باجوڑ اور قوم گکھڑ کا علاقہ فتح کرلیا۔ پھر کابل کے حاکم سلطان احمد خان کے ساتھ مقابلہ کیا خونریز لڑائی کے بعد کشمیری فوج نے فتح پائی۔ حاکم سلطان احمد خان کو گرفتار کرکے قید کرلیا۔ آٹھ ماہ کے بعد رہا کیا تو کابل کی حکومت پھر اس کے سپرد کردی۔

فتح کابل کے بعد بدخشان پر بھی قبضہ کر لیا۔ نعمان، غزنی، غور، قندھار اور ہرات کو فتح کرتا ہوا خراسان پہنچ گیا۔ وہاں کے علاقوں کو زیر اقتدار لا کر کوہ ہندوکش کی راہ سے واپس ہوا۔ راستہ میں گلگت، تبت اور دیگر شمالی کشمیر کے علاقوں کو فتح کرتا ہوا (جو اس زمانہ میں والی کاشغر کے ماتحت تھے) کامیابی سے کشمیر واپس ہوا پھر جموں اور کشتواڑ کو فتح کیا۔ اس کے بعد ۷۷۳ھ/۲/۱۳۷۲ء میں پچاس ہزار سوار اور پانچ لاکھ پیدل کشمیری فوج سے ملتان اور لاہور پر حملہ کیا اور انہیں فتح کر لیا۔ تمام پنجاب کو زیرِ اقتدار لا کر دہلی جا پہنچا۔ سلطان فیروز شاہ تغلق کی فوج سے سخت مقابلہ کیا۔ اس دوران حضرت میر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں بادشاہوں میں صلح کرا دی۔ چنانچہ ۷۷۵ھ میں عہد نامہ صلح لکھا گیا۔ جس کی رُو سے قرار پایا کہ سرہند سے کشمیر تک تمام علاقہ جات سلطان شہاب الدین والیٔ کشمیر کے زیرِ تصرف رہے۔ باقی ملک بدستور فیروز شاہ تغلق کے پاس رہے۔ اس کے علاوہ فیروز شاہ کی دو لڑکیاں کشمیریوں کے نکاح میں آئیں۔ جو سلطان قطب الدین اور سید حسن بہادر کے ساتھ بیاہی گئیں۔

کشمیر میں لباس، تعمیرات اور معاشرے میں بڑی بڑی تبدیلیاں ہوئیں۔ مدرسے بھی جاری کئے۔ دارالعلوم بھی قائم کئے۔ علماء اور فضلا کی سرپرستی کی۔ باہر سے بڑے بڑے علماء کو دعوت دے کر کشمیر بلایا۔ جنہوں نے علم و ادب کو فروغ دیا۔ اور فارسی گو شعراء کی تعداد میں کثیر اضافہ ہوا۔ علامہ اقبال مرحوم اسی شہاب الدین کے بارے اظہارِ قلبی ان الفاظوں میں کرتے ہیں۔

عمر ہا گل رخت بربست و کشاد
خاکِ ما دیگر شہاب الدین نزاد

یعنی کئی صدیاں پھول رخت باندھتے اور کھولتے رہے لیکن ہماری خاک نے شہاب الدین پیدا نہیں کیا۔

اُس کی زندگی کے آخری ایام پریشانیوں میں گزرے۔ کشمیر میں سیلاب اور قحط نے ملک اور رعایا کو تباہ و برباد کر دیا۔ وہ رعایا کے مصائب و آلام کو برداشت نہ کر سکا۔ آخر اس دنیا سے چل بسا۔

سلطان شمس الدین کے بعد اس کا بھائی قطب الدین کشمیر کا حکمران بنا۔ اس نے سری نگر کی بستی قطب الدین پورہ میں اسلامی تعلیمات کی درس گاہیں قائم کیں۔ جن کے اساتذہ میں مُلّا محسن فانی، شیخ رحمت اللہ ترابی، مُلّا عبدالستار مفتی، مُلّا زمان عشائی، مُلّا صابر غنی عشائی

اور خواجہ قاسم ترمذی مشہور ہیں۔

سلطان سکندر رحیات بت شکن (۱۳۸۹ء تا ۱۴۱۳ء) عالموں اور دانشوروں کا محسن اور سرپرست تھا۔ اس کے زمانہ میں ادبیات اور فنون کو بہت عروج حاصل ہوا۔ اس نے عراق، خراسان اور دوسرے اسلامی ملکوں میں سے علماء اور فضلاء کو بلایا، درس گاہیں تعمیر کیں، وقف قائم کئے اور مختلف علوم کی تدوین کے لئے نامور علماء و فضلاء کی خدمات حاصل کیں۔ سلطان سکندر بُت شکن کا جوان ہمت بیٹا شاہی خان جب سلطان زین العابدین بٹ شاہ کے لقب سے حکمران ہوا تو اس نے اپنے پچاس سالہ دورِ حکومت ۸۲۳ھ - ۸۷۵ھ / ۱۴۲۰ء - ۱۴۷۰ء میں کشمیری، فارسی، عربی اور سنسکرت زبانوں کے علوم کو ترقی دی۔ دارالترجمہ اور دارالتالیف قائم ہوئے۔ جا بجا مدارس جاری کئے۔ بادشاہ کی سرپرستی میں ہر فن پر کتابیں لکھی گئیں۔ سنسکرت اور عربی زبان کی کتابوں کا فارسی میں ترجمہ ہوا۔ کشمیر کی تاریخ مکمل ہوئی۔ علامہ ملاّ احمد کشمیری نے راج ترنگنی کا ترجمہ کیا۔ اور مہابھارت کا بھی فارسی میں ترجمہ کیا۔ اس کے علاوہ "وقائع کشمیر" بھی آپ نے لکھی۔ سید علی متولی نے اس وقت کشمیر کی تاریخ تالیف کی جو تاریخ "سید علی" کے نام سے مشہور زمانہ ہوئی۔ قاضی ابراہیم نے بھی جو قاضی میر علی کے پوتے تھے جن کا علمی مرتبہ بہت بلند تھا۔ کشمیر کی تاریخ لکھی اور بہت سی علمی کتابیں تصنیف ہوئیں۔

بادشاہ نے علوم و فنون ہی کی سرپرستی نہ کی بلکہ حرب و ضرب پر بھی کتابیں لکھوائیں دوسرے ملکوں سے ہنرور بلا کر آب پاشی، زراعت اور ثمر کاری کو فروغ دیا گیا۔ شاہی کتب خانہ میں ہر موضوع پر کتابیں ملتی تھیں۔ اس خاندان نے کشمیر کی کایا پلٹ دی۔ اور "کشمیرِ جدید" اسی خاندان کی تخلیق ہے۔ اس کے بعد کوئی ایسا بادشاہ گدی نشین نہ ہوا جو ایسی شخصیت کا مالک ہوتا جو قرونِ وسطیٰ میں سلطنت کا کاروبار چلانے میں ممد و مددگار ہوتا۔ زین العابدین نے تعلیم و تربیت کے سلسلے میں بڑی دانشمندی سے کام لیا۔ مگر وہ اپنی اولاد کو عیش پسند اور بدکردار امراء کی صحبت سے نہ بچا سکا۔ یہ سلسلہ زوال سلطان حبیب تک جاری رہا۔ امراء مختلف جماعتوں میں بٹ گئے۔ بادشاہ برائے نام ہوتا تھا۔ ملک کو طاقتور امیروں نے آپس میں تقسیم کر دیا۔ شاہ سلطان احمد کچھ

زیادہ عرصہ حکومت نہ کر سکا۔ اس کا لڑکا محمد شاہ پانچ مرتبہ بادشاہ بنا۔ مگر مرکز کی کمزور حالت کے باعث اس کی حکومت دیرپا نہ رہ سکی۔ امراء دربار میں بہت زیادہ اثر ورسوخ حاصل کر گئے تھے اور امیروں کی چھوٹی چھوٹی جماعتیں رونما ہوئیں۔ ان کی باہمی خانہ جنگی سے ملک کی حالت بد سے بدتر ہوتی گئی اور تعمیری کام رونما نہ ہوا۔ مگر خطۂ کشمیر آغاز ہی سے تصوف، روحانیت اور خاندان سادات کے فیوض و برکات کا مرکز بنا ہوا تھا۔ شاید یہ کشمیر کی خوبصورت اور قدرتی فضاؤں کا نتیجہ تھا کہ مشائخ اولیا اور علماء اس مردم خیز خطہ میں پیدا ہوئے اور بڑے ولی کامل سید حسن سمنانی رح، شیخ نورالدین نورانی رح، بابا زین الدین ریشی رح، شیخ ہروی رح، بابا ولی ریشی رح، للہ عارفہ رح محبوب ربانی رح حضرت شیخ حمزہ رح اور ان کے خلفاء حضرت بابا داؤد خاکی اور ابوالفقر رح حضرت بابا نصیب الدین رح جیسی برگزیدہ ہستیوں کی آرام گاہ بنی۔

حضرت سلطان شیخ حمزہ رح کی ولادت اور ابتدائی حالات

حضرت شیخ حمزہ مخدومی رح سلطان محمد شاہ بن احمد شاہ کے زمانہ میں ۹۰۰ھ میں پرگنہ زینہ گیر کے تجر نامی گاؤں میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والدِ محترم کا نام بابا عثمان تھا۔ چند واسطوں سے آپ کا سلسلہ نسب چندر نسبی راجپوتوں سے جا ملتا ہے۔ یہ خاندان اسلامی تعلیمات سے متاثر ہو کر جناب شیخ حمزہ رح سے کوئی سات پشت پہلے حضرت شرف الدین عبدالرحمٰن بلبل شاہ کے وقت دائرۂ اسلام میں داخل ہو گیا تھا۔

حضرت مخدوم فرماتے ہیں۔

" خداوند کریم نے مجھ پر بچپن ہی سے دو اوصاف ودیعت کئے تھے۔ ایک یہ کہ جب بھی ہمارے گھر میں کوئی صوفی منش بزرگ وارد ہوتا تھا تو میں ہر کام اور لہو و لعب سے دست کش ہو کر صوفی کے پاس بیٹھ جاتا اور صحبت سے لطف اندوز ہوتا تھا۔ گھر کے سب افراد بزرگوں کے ساتھ میری محبت و میلان طبع پر حیران ہو جاتے تھے۔"

" دوسری صفت یہ کہ میں کبھی جھوٹ نہیں بولتا تھا۔ بلکہ اگر کسی کے متعلق مجھے شک ہی گزرتا کہ یہ شخص جھوٹا اور کذاب ہے تو میرے دل میں اس کے لئے نفرت

پیدا ہوتی اور ہیں ایسے کذاب کا مقابلہ کرنے پہ اتر آتا اور اسے بُرا بھلا کہتا۔

آپ کو خدا شناسی اور معرفتِ الٰہی سے آگاہی کا بے حد ذوق و شوق تھا۔ رسول[۳] اور آلِ[۲] رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت محبت تھی۔ اور ان کے عشق و محبت میں مستغرق رہتے۔ سچ بولنا اور بزرگانِ دین کی صحبتوں سے فیض اٹھانا یہ دو اوصاف آپ کی ذات بابرکات میں بچپن سے موجود تھے۔ اس بارے میں آپ کے متعلق بہت سی روایات بیان کی جاتی ہیں۔

حضرت بابا داؤد خاکی رح جو کشمیر کے مشائخ عظام و اولیائے ذوالکرام اور آپ کے خلیفہ خاص میں بیان کرتے ہیں کہ آپ ابھی بچے ہی تھے کہ ایک دن آپ کے والد کی بھیڑ بکریوں کا نگہبان مردہ بھیڑ کا سر کاٹ کر بابا عثمان کے پاس لایا اور اس کو مذبوحہ ظاہر کر کے ان کے سپرد کر دیا تاکہ لنگر خانہ کے کام آئے۔ اتنے میں حضرت مخدوم آ گئے۔ آپ کو باطنی طور پر سب کچھ معلوم ہو چکا تھا۔ چرواہے کو علیحدہ بلا کر پوچھا، چرواہا شرمندہ ہو کر التجا کرنے لگا کہ حضرت میری پردہ پوشی فرمائیں اور مجھے بابا عثمان کے عتاب سے بچائیں۔ حضرت مخدوم رح ادھر اُدھر گھومتے ہوئے لنگر خانہ میں داخل ہوئے۔ اور گوبر کا ایک ٹکڑا اٹھا کر اس دیگ میں ڈال دیا جس میں گوشت پک رہا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ گوشت پھینکا گیا۔

ایامِ شیر خوارگی میں جب آپ کی والدہ کے دودھ میں کمی آ گئی تو مجبوراً دودھ پلانے والی عورت کو بلایا گیا مگر حضرت شیخ حمزہ رح نے دو ہفتے تک اس اجنبی عورت کے دودھ کو منہ نہ لگایا۔ عزیز و اقارب شیخ حمزہ رح کی طرف سے بہت متفکر ہوئے۔ اور حیران ہوئے کہ یہ بچّہ دودھ کے بغیر کیا زندہ رہے گا۔ مگر خدا کی قدرت دیکھئے کہ آپ کی نشوونما میں کوئی فرق نہ آیا۔ جب دودھ نہ پینے کی وجہ دریافت کی گئی تو تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ عورت چار ماہ کی لڑکی کو چھوڑ کر اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر چلی آئی تھی۔

حضرت مخدوم رح اپنی کم سنی کے واقعات سناتے ہوئے فرماتے تھے۔

"جب میں خانقاہ ملک شمس چک میں ایامِ طفولیت گذارتا تھا تو میری کم عمری کی وجہ سے ایک مرد صالح کو میرے حجرہ کا ساتھی (ہم حجرہ) بنایا گیا۔ یہ مرد صالح

ہمیشہ نصف شب کو اُٹھ کر سورۂ کہف کی تلاوت کرتا تھا۔ میں بھی خواب غفلت چھوڑ کر وضو کرتا اور قرآن شریف سنتا رہتا۔ ایک دن میں نے اس بزرگ سے کہا کہ آپ جو سورہ شریفہ رات کو اٹھ کر پڑھتے ہیں وہ مجھے ساری کی ساری یاد ہے۔ وہ بہت حیران ہوا۔ میں نے فوراً امتحان لینے کو کہا۔ اس نے قرآن شریف ہاتھ میں لے کر سُنا تو یہ جان کر حیران ہو کر، خداوند کریم کی مدد سے مجھے ساری سورت ازبر ہوگئی تھی۔

"ابتدائی ایام میں اگر میں کسی رات کو نماز تہجد پر بیدار نہ ہوتا تو کوئی آکر دروازہ کھٹکھٹاتا یا زنجیرِ در ہلاتا اور زور زور سے پکارتا اور کہتا "اے بابا حمزہ اٹھو دیر ہوگئی اُٹھ اور وضو کر کے نماز ادا کر"۔

"گاہ گاہ مجھے خواب میں جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ کی زیارت سے مشرف کیا جاتا اور حضور مجھے نصائح سے سرفراز فرماتے تھے"

وہ بچپن ہی سے ایک غار میں عبادت الٰہی میں مشغول رہتے اور اس کثرت سے درود شریف پڑھا کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم روحی فدا نے ظاہر ہو کر فرمایا "تم میرے معنوی فرزند ہو" اور فیوض سے مالا مال کر دیا۔ اور آپ کو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت اویسی حاصل ہوگئی۔ تواریخ اعظمی میں لکھا ہے کہ حضرت مخدوم لڑکپن کی عمر میں عبادت الٰہی میں ایسے مستغرق رہتے کہ کسی دنیادار سے نہ ملتے اور اویسی نسبت حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ایسی پیدا کی کہ فنا فی الرسول کے مرتبے پر فائز ہوگئے۔

تعلیم و تربیت

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے آبائی گاؤں تجر میں حاصل کی اور قرآن مجید بھی وہیں حفظ کیا۔ فقہ اور ادب کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے سری نگر تشریف لے گئے۔ یہ زمانہ بروی خاندان کے ایک مشہور بزرگ حضرت اسمٰعیل بروی کا تھا۔ انہوں نے دار الشفا کے نام سے ایک مدرسہ کوہ ماراں واقع سری نگر کے شمال مشرقی حدود میں قائم کر رکھا

تھا۔ جہاں علم و ادب کے ساتھ ساتھ اور سلوک کے درس بھی دیئے جاتے تھے۔ آپ نے تھوڑے ہی عرصہ میں تفسیر، ادب اور فقہ مکمل کرلی۔ اس ظاہری علوم کی تکمیل کے بعد باطنی علوم کو حاصل کرنے کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس غرض کی خاطر آپ بزرگانِ دین کی محافل و مجالس میں جایا کرتے تھے۔ اور ان کی روحانی صحبت سے استفادہ کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظاہر ہوکر فرمایا کہ تمہیں کسی ظاہری پیر کی تلاش بھی کرنا چاہیئے۔ حضرت مخدومؒ نے عرض کیا حضورؐ آپ جہاں فرمائیں بندہ بسر وچشم جانے کو تیار ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بکمالِ جود وکرم فرمایا "چونکہ تم میرے معنوی فرزند ہو لہٰذا تمہارا پیر خود تمہارے پاس آجائے گا۔ اور تمہیں بیعت کرے گا۔" الغرض حضرت سید جمال الدین بخاری سہروردیؒ باشارت ربّانی معہ اپنے مریدوں کے کشمیر تشریف لائے۔ "دیدہ مری" کی خانقاہ میں آپ سے پہلی ملاقات ہوئی۔ اور اسی مقام پر آپ کو بیعت کیا اور خلافت واجازت سے نوازہ۔ آپ نے روحانیت اور سلوک کے مزید مدارج تھوڑے ہی عرصے میں طے کرلئے۔ پیر نے فرمایا "اگر طالب صادق پیش آید اُورا دست گیری کن و ایں ودیعت را باد برسال" (ترجمہ) اگر سچا ذوق رکھنے والا انسان آپ کے پاس آئے تو اس کا ہاتھ تھامنا اور اس روحانیت سے اسے فیض یاب کرنا۔

حضرت میر سید جمال الدین بخاری سہروردی دہلویؒ مرشد حضرت مخدوم شیخ حاجی عبدالوہاب بخاری دہلوی کے حقیقی چھوٹے بھائی تھے۔ اور انہی سے انتساب طریقت و خلافت رکھتے تھے۔ ۹۴۸ھ میں دہلی میں وفات پائی۔ بڑے بھائی دہلی میں ۹۳۲ھ میں فوت ہوئے۔ حضرت میر سید جمال الدین کے حالات میں "جمال عرفان" نامی کتاب لکھی گئی ہے۔ اور وہ ابدال کے مرتبہ پر فائز تھے۔ آپ کے حقیقی بھائیؒ نے قرآنِ حکیم کی تفسیر صوفیانہ انداز میں لکھی ہے اور ایک کتاب شمائل نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی تصنیف ہے۔

آپ کا سلسلہ طریقت سہروردیہ

حضرت مخدومؒ کا شجرۂ طریقت چھ واسطوں سے حضرت خواجہ بہاء الدین زکریا

ملتانی سے یوں ملتا ہے۔ "حضرت مخدوم حمزہ کشمیریؒ مرید حضرت میر سید جمال بخاری سہروردیؒ مرید حضرت حاجی سید عبدالوہاب بخاری دہلویؒ مرید حضرت سید صدرالدین معروف بہ شیخ راجن قتال بن سید احمد کبیر بخاری اوچیؒ مرید حضرت سید جلال الدین بخاری مخدوم جہانیاں مرید حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح ملتانیؒ مرید حضرت شیخ صدرالدین عارفؒ مرید حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ۔

تبلیغی خدمات

حضرت شیخ حمزہؒ اپنے پیر طریقت کے فرمان پر تاحیات قائم رہے۔ اور اپنے روحانی فیوض و برکات سے ایک دنیا کو سیراب کیا اور ہزاروں بندگانِ خدا کو صراطِ مستقیم پر گامزن کیا۔ صوفی اللہ دادؒ، شیخ ہردی اور بابا ولی ریشی (اسلام آباد کشمیر) جیسے کئی صاحب جمال آپ کے حلقہ ادارت میں داخل ہوئے اور خرقہ خلافت سے سرفراز ہوئے۔ جس وقت یہ آفتابِ ہدایت کشمیر میں چمکا تو شیعہ سنی تعصب نے انسانی زندگی تلخ بنادی تھی۔ آپ نے دونوں فرقوں کے درمیان حیرت انگیز طریقہ پر صلح کرادی۔ علی شاہ چک آپ کا بہت عقیدت مند تھا۔ اکثر آپ کی زیارت کے لئے آتا اور آپ کے عزائم وافکار میں کبھی مزاحمت نہ کرتا۔ مگر ان دونوں فرقوں کے درمیان امن و سکون اور صلح وآشتی دیر تک قائم نہ رہ سکی۔ چک خاندان نے شیعیت کو فروغ دینے کی بے حد کوشش کی اور جبر وتشدد سے بھی کام لیا۔ اس فرقہ بندی نے نظام سلطنت کو بالکل بے اثر کردیا۔ حکمران خاندان کی شہ پر بیشتر سُنی علماء وصلحاء شہید کر دیئے گئے۔ دریں اثناء یعقوب خان چک حاکم کشمیر سے قاضی موسیٰ کشمیری جو قاضی ابراہیم مصنف تاریخ کشمیری کی اولاد میں سے تھے۔ شہید کئے گئے۔ اس واقعہ سے سُنی مسلمان سخت برہم ہوئے۔

حضرت بابا فتح اللہ حقانیؒ فرزند بابا عمرؒ جو باپ کے قائم مقام تھے۔ ان سے اکبر بادشاہ کو بہت عقیدت تھی۔ کشمیر کے علماء، صلحاء اور روساء کی ایک جماعت جن میں شیخ یعقوب حرفیؒ، مولانا کمال الدین سیالکوٹیؒ، خواجہ محمد اسحاقؒ، بابا نصیب الدینؒ

مرید حضرت مخدومؒ اور خواجہ داؤد خاکیؒ اور دیگر علماء شامل تھے۔ یا نہال کے راستہ حضرت بابا عمر کے پاس پہنچا اور ان کی وساطت سے کشمیر کا یہ وفد دہلی پہنچا۔ اور تمام حالات و واقعات اکبر بادشاہ کو سنائے۔ اکبر نے جرنیل مرزا محمد قاسم خان کی قیادت میں فوج دے کر کشمیر کو فتح کرنے کے لئے روانہ کیا چنانچہ کشمیر فتح ہو کر سلطنت ہند میں شامل ہو گیا۔

حاکم کشمیر یعقوب خان جان بچا کر بھاگ گیا۔ اور چار پانچ سال تک روپوش ہو کر بغاوت کرتا رہا۔ آخر ۹۹۹ھ میں گرفتار ہو گیا۔

بیان کرتے ہیں کہ اکبر بادشاہ کو حضرت مخدومؒ سے ملاقات کا بے حد شوق تھا۔ کشمیر فتح ہونے پر اکبر بادشاہ نے آپ کے متعلق استفسار کیا مگر آپ اس وقت وفات پا چکے تھے۔ اکبر بادشاہ نے آپ کے مزار اقدس پر حاضری دی اور والہانہ عقیدت و ارادت کا اظہار کیا۔ اکبر کے دور میں محلات اور مدرسوں کے علاوہ کئی مساجد، مقبرے اور خانقاہیں تعمیر ہوئیں۔ ان تعمیرات میں شاہ ہمدانؒ کی مسجد اور خانقاہ معلی، جامع مسجد، حضرت پل کی مسجد، اخوند ملا شاہ کی مسجد، سلطان زین العابدین کا گنبد، حضرت مخدوم شیخ حمزہ کا مقبرہ قابل ذکر ہیں۔ اخوند ملا شاہ کی [illegible] ہاری پربت پر بنائی گئی اور اس سے قریب، مخدوم حضرت شیخ حمزہ سہروردی کی خانقاہ بھی قائم کی گئی۔

وصال

آپ نے اپنی عمر عزیز کا بیشتر حصہ محلہ مخدوم منڈو کھیلا شپورہ واقع سری نگر میں گزارا۔ اس مقام پر آپ کی ایک نشست گاہ ہے۔ جہاں آپ بیٹھ کر ریاضت و عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ اور بے شمار تشنگان معرفت کو سیراب کیا کرتے تھے یہ نشست گاہ اب تک موجود ہے۔ ۸۴ سال کی عمر میں ۲۴ صفر ۹۸۴ھ کو بمقام مخدوم منڈو سات روز کی علالت کے بعد آپ نے وفات پائی۔ اور کوہ ماران کے جنوبی گوشہ میں قلعہ پربت کے ایک طرف بلند مقام پر دفن کئے گئے۔ بادشاہ علی چک خود آپ کے جنازے کے ساتھ رہا۔ آپ عوام میں "سلطان صاحب" کے پیارے نام سے مشہور ہیں۔ یہ آستانہ

کوہِ ماران (ہری پربت) کے دامن میں واقع ہے۔ آپ کے روضہ اقدس تک پہنچنے کے لئے سنگ فرش کی سیڑھیاں جن کی تعداد سو سے اُوپر ہے جاتی ہیں۔ روضہ کے نزدیک ایک پہاڑی کے اوپر ایک حوض ہے۔ جو پانی سے لبالب بھرا رہتا ہے۔ روضہ کے قریب خدام کے تیس چالیس اور گاؤں کے تقریباً تین سو گھر ہیں۔

عرس مبارک

آپ کا سالانہ عرس ۲۴ صفر کو کئی دنوں تک منایا جاتا ہے۔ اس دن شہر، قصبات اور دور دراز دیہات کے بے شمار عقیدت مند جوق در جوق کوہِ ماران کے جنوبی گوشہ کی طرف آتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ عرس کے ایام کے علاوہ مزار مبارکہ پر ہفتہ، سوموار، جمعرات اور بادام کا شگوفہ کھلنے پر ہزاروں عقیدت مند حاضری دیتے ہیں۔ عیدین کے موقع پر بھی عظیم الشان میلہ لگتا ہے۔ عقیدت مند کشمیری زبان میں ذیل کے لوک گیت حضرت مخدومؒ کی سیڑھیوں کو طے کرتے وقت اپنے قلبی جذبات کا اظہار کرتے ہوئے پڑھتے ہیں

ہیرہ چانہ چھوم کھسُن معراج مہ
خاک رہ چالوی چھو بر سر تاج مہ
چاند دربار ونح گدائی راج مہ
المدد یا شیخ حمزہؒ پیر ما
المدد یا شیخ حمزہؒ پیر ما

ترجمہ :- آپ کی سیڑھی پر چڑھنا میرے لئے معراج ہے۔ آپ کے راستہ کا گرد و غبار میرے لئے گویا تاج ہے۔ آپ کے دربار مقدس میں بھیک مانگنا میرے لئے حکومت کرنے کے برابر ہے۔

جس طرح زندگی میں حضرت مخدوم حمزہؒ کی فیض رسانی مدت العمر جاری رہی۔ اسی طرح آپ کے وصال کے برسوں بعد آج تک آپ کے مزار سے لوگ بلا امتیاز مشرب و ملت اپنی عقیدت و نیاز کی حد تک فیضیاب ہو رہے ہیں۔

آپ عہدِ اسلامی کے فاضل تھے۔ ساری زندگی تفسیر، حدیث، فقہ اور دیگر دینی

علوم کی خدمت میں بسر کی۔ اگرچہ خود کوئی کتاب نہیں لکھی مگر کشمیر کے بہت بزرگ آپ کے عقیدت مند اور مریدوں میں سے تھے۔ شاہ محمد تنولی اپنے وطن تیراہ سے تحصیل علم کے لئے سیالکوٹ آئے وہاں خواجہ یعقوب تنو سے جو کہ شیخ حمزہ کشمیریؒ کے مرید تھے۔ ملاقات کی اور ان کی تحریک پر شیخ حمزہؒ کشمیری کی خدمت میں پہنچے۔ اور ان کے پاس قیام کیا۔ شیخ حمزہ مخدومیؒ نے انہیں تصوف کی مشہور کتاب "نزہتہ المجالس" عربی پڑھنے کو دی۔ جس کے پڑھنے سے انہیں محسوس ہوا کہ وہ اب تک علم سے بے خبر تھے۔ تب آپ نے شیخ حمزہؒ سے اکتساب فیض کیا۔

آپ کی وفات کے بعد آپ کے مشہور مرید حضرت بابا داؤد خاکیؒ اور خلیفہ حضرت نصیب الدین باباکشمیریؒ نے آپ کے مشن کو جاری رکھا۔

حضرت بابا داؤد خاکیؒ

آپ کشمیر کے مشائخ عظام اور اولیائے ذوالاکرام میں سے تھے۔ ۹۲۷ھ میں پیدا ہوئے۔ عمر خوردسالی ہی میں آپ کو حصولِ علم کا شوق دامن گیر تھا۔ محلہ علاؤالدین پورہ خانقاہ معلّی کے پاس ایک مدرسہ جاری تھا اور اس کے صدر مدرس کا نام سید شاہ اسمٰعیل ہمدانیؒ تھا۔ ان سے ابتدائی تعلیم پائی۔ قرآن مجید اخوند مُلّا بصیرؒ جو اپنی مسجد خندہ بون لواکرل میں سکونت رکھتے تھے، سے حفظ کیا۔ مُلّا بصیرؒ کے ہم عمر مولانا میر رضی الدینؒ جو کہ محلہ قطب الدین پورہ مقام لنگرہٹہ متصل صراف کدل برکنارہ دریا دارالعلوم کے صدر مدرس تھے۔ اور تولیت بھی رکھتے تھے، سے علم و ادب اور عمل کی تعلیم حاصل کی۔ "خوارق السالکین" کے مصنف لکھتے ہیں کہ علم الاحادیث کی تکمیل حضرت شیخ یعقوب حرفیؒ سے کی۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد راہ سلوک میں قدم رکھا اور حضرت شیخ مخدوم حمزہؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر حلقہ ارادت میں داخل ہوئے اور تھوڑے ہی عرصہ میں منازل سلوک طے کر کے خرقہ خلافت سے فیض یاب ہوئے۔ تارک الدنیا ہو کر خدمت مرشد میں شب و روز حاضر رہنے لگے۔ محبت مرشد میں استغراق اس کمال کو پہنچا کہ مرتبہ فنافی الشیخ پر فائز ہوئے۔ اس کمال استغراق و فنا میں

میں تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ چنانچہ کتاب "دار المریدین اور اس کی شرح "دستور السالکین" تحریر کی۔ مزید بر آں "قصیدہ جلالیہ رسالہ عالیہ" آپ کی تصانیف سے ہیں۔ مرشد کو بھی آپ کی حالت پر بڑی نظر لطف و کرم رہتی تھی، چنانچہ حضرت مخدوم حمزہ سے خرقہ خلافت کے علاوہ حضرت محبوب العالم کشمیریؒ، حضرت سید احمد کرمانیؒ، مولانا شیخ محمد مخدوم قادریؒ اور میر سید اسمٰعیل قادری شامیؒ جیسے بزرگوں سے بھی اخذ فیوض ہوئے۔ حضرت مخدوم جہانیاں سید جلال الدین بخاری قدس سرہ اور دوسرے مشائخ طریقت کی زیارت کے لئے کشمیر سے ملتان تشریف لائے اور حضرت سہروردیہ کی زیارت سے مستفیض و مستفید ہوئے اور بے اندازہ فیوض و برکات حاصل کیں۔ دوسری مرتبہ ملتان سے کابل اور وہاں سے کشمیر واپس آئے۔ آپ علم اس وجہ رکھتے تھے کہ کشمیر میں "امام اعظم ثانی" کے لقب سے مشہور تھے۔ آپ نے ۹۹۴ھ میں وفات پائی۔ مزار کشمیر میں ہے۔

ابو الفقراء بابا نصیب الدین غازیؒ یا نصیر الدین غازیؒ

آپ میر حسین رازیؒ کے فرزند اور حضرت شیخ بابا داؤد خاکیؒ کے خلفائے اعظم سے ہیں۔ اصل نام شیخ نصیر الدین مگر بابا نصیب الدین غازی بیج بہاریؒ کے القاب سے خاص و عام میں مشہور ہوئے۔ ۹۷۸ھ جب سلطان علی شاہ چک کشمیر پر حکمران تھا پیدا ہوئے۔ قصبہ بیج بہاڑ جو نواح کشمیر میں واقع ہے وہاں کے رہنے والے تھے۔ عہد خورد سالی ہی میں صحبت مشائخ میں رہا کرتے تھے۔ اخوند ملا یوسف اعمیٰؒ سے قرآن شریف کی تعلیم حاصل کی۔ فقہ، تفسیر، حدیث، ادب، دینیات اور مذہبی علوم کے فضائل اخوند ملا جمال الدین کشمیریؒ جو کہ ملا کمال الدین کشمیری سیالکوٹی کے برادر تھے سے حاصل کئے۔ اور انہی سے سند حدیث پائی۔ بعد ازاں حضرت بابا داؤد خاکی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مستفید و مستفیض ہو کر خرقہ خلافت سے سرفراز ہوئے۔ تمام عمر تارک الدنیا رہے۔ بلکہ موسم ربیعی و خریفی کے پھولوں سے بھی اجتناب کرتے۔ حتیٰ کہ نہ ٹھنڈا پانی پیتے نہ گوشت کھاتے سوائے نان جویں کے اور کچھ نہ کھاتے۔ علماء و صلحاء و مشائخ کی خدمت میں حاضر رہتے اور

ان کی تعظیم وتکریم باعثِ فخر جانتے ۔ تبع شریعت ایسے تھے کہ احکام شریعت بجالانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں ہونے دیتے تھے ۔ محتاجوں فقیروں ومسکینوں کے ملجا وماوا تھے ۔ ان کی تکالیف ومشکلات کو رفع کرنے میں ہمیشہ مساعی رہتے تھے ۔ اس وصف کی بدولت آپ ابوالفقراء کے لقب سے ملقب ہوئے ۔ آپ نے زندگی بھر کسی خاص مقام پر سکونت نہیں فرمائی ۔ بغرض فیض رسانی خلق اللہ شہر بہ شہر قریہ بہ قریہ گھومتے رہتے تھے ۔ دوران سفر میں تین چار چار سو آدمی آپ کے ہمراہ ہوتے تھے جس گاؤں یا شہر میں جاتے وہاں مساجد تعمیر کراتے یا جو شکستہ و بوسیدہ حالت میں ہوتیں ان مرمت وتجدید کراتے ۔ صاحبِ کشف وکرامات تھے ۔ اور خرق عادات بزرگ تھے ۔ آپ کی کرامات اور تصرفات باطنی کے واقعات سے کتب سیر بھری پڑی ہیں ۔ ہزاروں صاحبانِ حق وصداقت نے آپ سے راہِ ہدایت پائی ۔ مسافروں کی طعام ونقد وجنس مطلوبہ سے خاطر ومدارت کرتے ۔ دوران دورہ مساجد، خانقاہ اور بڑے بڑے احاطے کے ساتھ اسلامی مرکز قائم کرتے ۔ قبیح رسومات اور بدعات کے ازالے میں بلا خوف کوشاں رہے ۔ تقریباً ایک دو لاکھ نفوس کو اپنی ارادت مندی کے سلسلہ میں منسلک کیا ۔ آپ نے اپنے سلسلے کے بزرگوں اور بالخصوص حضرت نورالدین ولی ریشیؒ اور سلسلہ ریشیہ کے دیگر بزرگوں کے حالات وکمالات پر ایک بسیط کتاب بنام " نور نامہ " فارسی زبان میں لکھی ہے ۔ " نور نامہ " مشائخ کشمیر کے اُن چند تذکروں میں سے ایک ہے جن کے صرف چند مخطوطات اس وقت دنیا میں موجود ہیں ۔ اس نادر ونایاب قلمی کتاب کا ایک نسخہ پنجاب پبلک لائبریری لاہور میں موجود ہے ۔ فہرست مخطوطات فارسیہ پنجاب پبلک لائبریری لاہور مطبوعہ ۱۹۶۳ء کے صفحہ ۱۹۷ پر اس کا ذکر کیا گیا ہے ۔ یہ مخطوطہ ناقص حالت میں ہے اور کرم خوردہ ہے ۔ اس " نور نامے " کا ایک صحیح اور مکمل نسخہ لاہور کے مشہور علم پرور دوست مولوی محمد شمس الدین تاجر کتب نادرہ کے پاس ہے ۔ اب یہ حضرت بھی چل بسے ہیں ۔

آپ نے اپنے سلسلہ کے مشائخ کے اذکار جمیل کے علاوہ للہ عارفہؒ اور ان کی تعلیمات کے متعلق بھی بہت کچھ مسطور ہے ۔ بعض صاحب علم وادب اس کتاب نام " ریشی نامہ " لکھتے ہیں ۔ آپ ۱۳ محرم الحرام ۱۰۴۷ھ میں فوت ہوئے ۔ مزار قصبہ

بیجبارہ میں ہے۔ یہاں یہ بیان کرنا بے محل نہ ہوگا کہ ابوالفقراء بابا نصیب الدین غازی رح نے حضرت خواجہ خاوند محمود المعروف بہ حضرت ایشاں نقشبندی رح اور اخوند ملا محمد شاہ بدخشانی رح کی باثر صحبتوں کا فائدہ اٹھایا۔ اور خدمت بابرکت میں حاضر رہ کر تصوف سلوک روحانی معارف و مقامات کی کامل شناخت کا خاص تعلق پیدا کیا۔ ان کے علاوہ میر سید علی ہمدانی رح جب بارہ سال کے ہوئے تو سید علاء الدولہ سمنانی رح نے اپنے ایک تربیت کردہ مرید شیخ ابوالبرکات تقی الدین علی دوستی کے سپرد کر دیا۔ مگر چند دنوں کے بعد ہی ایک اشارہ غیبی کی بنا پر اپنے زمانہ کے مشہور صوفی شیخ محمود مزاقانی رح سے بیعت کی جن کا سلسلہ سہروردیہ کی کبرویہ شاخ کے بزرگوں سے تھا۔ آپ نے اپنے دو رسالوں "رسالہ اورادیہ" اور فقریہ میں مشائخ سلسلہ کے اسماء درج ہیں۔ ہمدان، ختلان اور کشمیر آپ کی تعلیمات کے مرکز تھے۔ ان میں سے کشمیر تو بے دینوں کا گھر تھا۔ یہاں آپ نے تبلیغ اسلام کے لئے پوری کوشش صرف کر دی۔ آپ نے کشمیر میں حق و صداقت کا آوازہ بلند کیا۔ وحدانیت و حقانیت کا کامل درس دیا۔ معرفت ربانی کی تجلیوں سے ان کے دلوں کو منور کیا۔ لوگ جوق در جوق حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

۷۹۸ ھ میں ایک مسجد تعمیر کروادی تھی جو خانقاہ شاہ ہمدان کے نام سے کشمیر کی ایک مشہور تاریخی عمارت ہے اور اب تک اسلامی تعلیمات کا اہم مرکز رہی ہے۔ کشمیر میں آپ کی خانقاہ کے محراب پر یہ شعر کندہ ہیں ؂

حضرت شاہ ہمدان کریم — آیۂ رحمت ز کلام قدیم

گفت دم آخر و تاریخ شد — بسم اللہ الرحمن الرحیم

تاریخ وفات آپ کی ۶ ذوالحجہ ۷۸۶ ھ ہے۔

اہل طریق اللہ نے تصوف کی اس طرح تعریف کی ہے کہ تصوف خلق یا وصف کا نیک نام ہے۔ جس شخص میں خلق تجھ سے زیادہ ہوں وہ تصوف میں تجھ سے افضل ہے تصوف جن معنی و مفہوم کی مذکورہ بالا الفاظ میں تعریف کی ہے وہ ان میں سہروردی نظام تصوف کی خصوصیت خاصۃً نظر آتی ہے۔ سہروردی مسلک کے شیوخ نے کتاب اللہ کو اپنا امام و مقتدا بنایا اور صاحب کتاب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نشان دادہ طریقوں پر نفس و ہوی سے فارغ ہو کر جادۂ حق پر گامزن رہے۔ اتباع کتاب و سنت اس خانوادہ کی خصوصیت

تیزہ رہی ہے۔ ٹوٹے ہوئے کو جوڑنا، پھٹے ہوئے کو سینا ان کے تصوف کی اہم صفت ہے

ماخذ

تاریخ اعظمی (واقعات کشمیر) از خواجہ محمد اعظم دیدہ مری، صدر الدین عارف از مولانا نور احمد خان فریدی، تذکرہ بہاالدین زکریا ملتانی از مولانا نور احمد فریدی، نصیب الدین بابا کشمیری "نورنامہ" (آخری حصہ) قلمی ذخیرہ شیرانی پنجاب یونیورسٹی لاہور لائبریری نمبر ۳۶۵۹/۶۳۸، بابا داؤد خاکی، دار المریدین طبع لاہور ۱۸۹۴ء، محمد دین فوق رہنمائے کشمیر، خزینۃ الاصفیا از مفتی غلام سرور، حدیقۃ الاولیاء از مفتی غلام سرور، مقالہ ڈاکٹر سیدہ اشرف ظفر، امیر کبیر سید علی ہمدانی رح تاریخ کبیر کشمیر از حاجی محی الدین مسکین، تذکرۃ الکاملین از مفتی محمد شاہ صاحب، سعادت، تاریخ بڈشاہی از مفتی محمد دین فوق، مراۃ الاسرار از مولانا عبدالرحمن (اردو ترجمہ) اخبار الاخیار از شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔

تحریر

میاں اخلاق احمد ایم۔اے
۳۳۳ شادباغ لاہور۔
یکم نومبر ۱۹۸۶ء